

كُوفی لَایُوفی

تصنیف لطیف

مفسر اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت، رہبر شریعت

مُفتی مُحمّد فیض اَحمد اُویسی رضوی علیہ الرحمۃ اللہ القوی

www.FaizAhmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

امّابعد! بچپن میں سُنا تھا ''کُوفی لایُوفی'' یہ جملہ دراصل وہابی اور شیعہ برادری نے پھیلایا ہوا ہے۔اس سے صرف مقصد یہ ہے کہ سُنّیوں کے امامِ فقہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدنام ہوں۔ گویا اس جملے سے متاثر ہو کر سُنّی امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بد ظن ہو جائینگے۔ لیکن جب فقیر علومِ اسلامیہ سے شرفیاب ہوا تو معاملہ برعکس پایا۔ وہ یہ کہ کوفی ہی تو تھے جنہوں نے اِمامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے یہاں بُلوایا اور پھر وہ یزید کے لشکر میں مل کر خود ہی قاتلینِ حسین بنے۔ فقیر نے اس مخفی راز کو آز بر (پختہ یاد) کرنے کے بعد اس رسالہ کا نام بھی یہی تجویز کیا ''کُوفی لایُوفی''۔

وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡ اِلَّا بَاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ

وَصَلَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰے حَبِیۡبِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعَیۡنِ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور پاکستان

یکم صفر ۱۴۰۹ء، ۱۳ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز منگل

☆......☆......☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

لوگوں بالخصوص وہابی اور شیعوں کی غلطی ہے کہ 'کوفہ' کے لوگ بے وفا(غدّار) ہوتے ہیں۔اس اِزالہ سے پہلے ضروری ہے کہ "کوفہ "کا تعارف عرض کردوں۔

کوفہ:تواریخ میں ہے کہ شہرِ کوفہ کو حضرت عمرؓابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت سَعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ھ میں بسایا اوّل یہ چھاؤنی تھا۔(تاریخ الخلفاء)

مَحلِّ وُقوع:کوفہ دریائے فُرات کے مغربی کنارے پر اور ایران وعرب اور شام کی سرحد پر واقع ہے۔اُس زمانہ میں کوفہ اور بصرہ "کوس" کے نام سے جانا جاتا تھا اور کربلائے معلّٰی اور نجفِ اَشرف وہ بستیاں ہیں جو بعد میں آباد ہوئیں۔جہاں آج کل زیادہ آبادی شیعوں کی ہے۔کوفہ کے سب سے پہلے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔اسی لئے ان کا تعارف ضروری ہے۔

تعارف سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ:حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے پہلے عامل(ملٹری گورنر) تھے۔اُنہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرّر کیا تھا۔جو عراق میں جنگِ قادسیہ سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے۔یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب،حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔آپ بہت بڑے فضائل وکمالات کے حامل تھے۔

تَعَارُفْ:اسمِ گرامی ''سَعَد'' اور کُنیت ''ابواِسحاق'' تھی۔والد کا نام ''مالک'' اور کُنیت ''ابووقاص'' تھی۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندان ''قُریش'' تھا۔وہ قُریش کی معزّز شاخ ''بنوزہرہ'' سے تعلق رکھتے تھے۔صَحِيْحَيْنْ(بخاری ومسلم) میں ان کا سلسلہ نسب اِس طرح منقول ہے، "ابی اسحاق بن ابی وقاص مالک بن وہیب بن عبدِ مُناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القریشی الزّہری"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ بنتِ سفیان بن اُمیّہ بن عبدالشمس تھا اور بنواُمیّہ سے تعلق رکھتی تھیں۔پانچویں پُشت میں کلاب بن مرہ پر اِن کا سلسلہ نسب رسولِ اکرم ﷺ کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔حضورِاکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی قبیلہ زُہرہ سے تھیں اور حضرت سَعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابووقاص مالک، رشتہ میں حضور ﷺ کے ماموں ہوئے تھے اور حضرت سَعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماموں زاد بھائی۔حضور ﷺ کبھی کبھی ازراہِ محبت وشفقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ماموں کہہ کر پکارتے تھے۔لوگوں کی نگاہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعمال پر سخت نکتہ چینی کی اور الزام لگائے کہ یہ نماز ٹھیک طرح سے نہیں پڑھاتے۔

اموالِ غَنائم (غنیمت کے مال) کو ٹھیک طرح سے نہیں بانٹتے اور جنگ میں تلوار نہیں سنبھالتے۔[1] (بخاری)

حضرت عَمَّار بن یَاسِر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه بحیثیتِ گورنر: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معزول ہونے کے بعد تھوڑے وقفہ کے لئے حضرت عَمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کا ملٹری (Military) گورنر مقرر کیا گیا۔ مگر حکمران کی مرضی سے جلد ہی گورنری واپس لے لی گئی۔[2] (کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

اِس دوران حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی (قیادت) میں ایران فتح ہو گیا تھا اور پھر اِسی سال میں حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال تک گورنر رہے۔[3] (تاریخ طبری جلد ۴، استیعاب وغیرہا)

حُلیه حضرت سعد رضی اللّٰہ عنه: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنتِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد کَتَر قامت (چھوٹے قد والے)، جَسِیْم (بھرے ہوئے جسم والے) اور بڑے سر والے تھے، انگلیاں موٹی تھیں اور بال بہت تھے۔

قبولِ اسلام: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرتِ نبوی سے تقریباً تیس (۳۰) برس قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ سرورِ دوعالم ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عُنفُوانِ شباب (جوانی کا آغاز) تھا۔ جونہی اِن تک دعوتِ توحید پہنچی، اُنہوں نے بِلاتَأمُّل (غور کئے بغیر) اس پر لبیک کہا اور "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" (اور سب سے پہلے سبقت کرنے والے) کی مقدّس جماعت میں شامل ہو گئے۔

'اُسْدُ الغابۃ' میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھ (۶) آدمیوں کے بعد اسلام لائے اور بعض کے نزدیک چار (۴) آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ 'میں نماز فرض ہونے سے پہلے مسلمان ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے جنتی ہونے کی گواہی حضور ﷺ نے دی ہے۔[4]

قبولِ اسلام پر ایذا و اِبتلاء: قبولِ اسلام کے بعد کوئی ایسی سختی اور مصیبت نہ تھی، جو انہوں نے مشرکین کے ہاتھوں نہ جھیلی ہوں۔ کفار سے گالیاں کھائیں، طعنے سُنے اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔ لیکن کیا مجال کہ ان کے پائے اِسْتِقْلَالْ (ثابت قدمی) میں ذرّہ برابر لغزش آئی ہو۔

---

[1]) (صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة ،باب: مناقب سعد بن أبي وقاص، الزهري، وبنو زهرة أخوال،1363/3، الحديث3518 ،دار ابن كثير–دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414 هـ 1993 م)

(سنن الترمذي، أبواب المناقب ،باب: مناقب سعد بن أبي وقاص ،649/5، الحديث3752 ،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي–مصر ،الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975م)

[2]) (صحيح البخاري، كتاب صفة الصلاة ، باب: وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها، في الحضر والسفر، ومايجهر فيها وما يخافت، 262/1، الحديث722، دار ابن كثير–دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414 هـ 1993 م)

[3]) (الاستيعاب في معرفة الأصحاب، باب سعد، سعد بن أبي وقاص،، 608/2، دار الجيل، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1412هـ 1992 م)

(تاريخ الطبري، 251/4، دار المعارف بمصر ،الطبعة: الثانية 1387هـ 1967م)

[4]) (أسد الغابة في معرفة الصحابة، باب السين والراء ،2037: سعد بن مالك القرشي ،453/2، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

دعوتِ حق کے آغاز میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کفار کی شر انگیزیوں سے بچنے کے لئے مکّہ کے قریب پہاڑوں کی سُنسان گھاٹیوں میں چُھپ کر خدائے واحد عزوجل کی عبادت کیا کرتے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اِنہی نفوسِ قُدسیہ میں شامل تھے۔ایک دن وہ دوسرے چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ایک ویران گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند مشرکین ادھر آنکلے۔اُنہوں نے اِن پر حملہ کر دیا۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُٹھتی جوانی تھی۔اُنہیں جوش آگیا پاس ہی اُونٹ کی ایک ہڈی پڑی تھی اسے اُٹھا کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ایک مشرک کا سر پھٹ گیا اور اُس میں سے خون بہنے لگا۔اب دشمنانِ اسلام نے وہاں سے بھاگنے ہی میں اپنی خیریت سمجھی۔

ابن اَثیر کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حق کی راہ میں خونریزی کی۔[5]

ہجرت سے قبل وہ تین سال (۷ن تا ۱۰ن) تک حضور ﷺ کے ساتھ 'شُعبِ ابی طالب' میں محصُور (قید) رہے۔شُعبِ ابی طالب کی محصوری (گھراؤ) اگرچہ بنی ہاشم اور بنو مُطلب سے مخصوص تھی لیکن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاشمی اور مُطّلبی نہ ہونے کے باوجود بھی محض اللہ عزوجل اور اللہ عزوجل کے حبیب ﷺ کی خاطر بنو ہاشم اور بنو مُطلب کا ساتھ دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو اُنہیں سُوکھے ہوئے چمڑے کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا انہوں نے اُسے پانی سے دھویا پھر آگ پر بُھونا، کُوٹ کر پانی میں گھولا اور سَتّو کی طرح پی کر پیٹ کی آگ بجھائی۔

ہجرتِ مدینہ: حضور ﷺ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی حضرت عُمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

صحیح بخاری میں حضرت براء انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ، وَكَانَا يُقْرِءَانِ النَّاسَ. فَقَدِمَ بِلاَلٌ وَسَعْدٌ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ''۔[6]

یعنی ہمارے پاس (یعنی مدینہ میں) سب سے پہلے حضرت مُصْعَبْ بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابنِ اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارد ہوئے۔یہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے ان کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔

یَثرب (مدینۃ المنوّرہ) پہنچ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بڑے بھائی عتبہ کے مکان پر فَروکش (مقیم) ہوئے۔عتبہ نے جنگِ بعاث سے قبل مکّہ میں ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور قصاص کے خوف سے بھاگ کر یَثرب (مدینۃ المنوّرہ) میں پناہ لی تھی۔عُتبہ اگرچہ مشرک تھا لیکن اس نے نہایت اخلاق سے اپنے دونوں بھائیوں کو اپنے پاس ٹھہرایا لیکن اُس کی اسلام دشمنی نے چھوٹے بھائیوں کو ذرّہ برابر بھی متاثر نہ کیا اور شروع سے لیکر آخر تک اسلام سے ان کی شیفتگی (محبت) برقرار رہی۔

---

[5] (أسد الغابة في معرفة الصحابة، باب السين والراء ،2037: سعد بن مالك القرشي ،454/2، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

[6] (صحيح البخاري ،كتاب مناقب الأنصار ، باب مقدم النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه المدينة،1428/3،الحديث:3710، دار ابن كثير ،سنة النشر: 1414هـ/1993م)

مردِ صالح: مدینہ پاک کی طرف ہجرت کے بعد کا زمانہ بڑا پُر خطر زمانہ تھا۔ دشمنانِ اسلام مدینہ پر حملے کے لئے پَر تول (تیار) رہے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ شروع شروع میں مدینہ تشریف لائے تھے تو ایک شب حضور ﷺ کے آرام مبارک میں خلل واقع ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کاش کوئی رَجُلٌ صَالِحٌ (مردِ صالح) آج پہرہ پر ہوتا اتنے میں ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سُنی۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا میں سَعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ فرمایا کس لئے آئے ہو؟ عرض کی میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت خوف پیدا ہوا، اس لئے پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور سو گئے۔

غزوات میں شرکت: ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریباً ہر غزوہ میں شریک ہوئے۔ رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے میدان میں کفر و حق کا معرکہ اوّل (پہلی جنگ) پیش آیا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والہانہ جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اِثنائے جنگ میں اُن کا مقابلہ قریش کے نامی بہادر سعید بن عاص سے ہو گیا۔ اُنہوں نے فوراً سعید کو خاک و خون میں ملا دیا۔ غزوہ بدر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نوعمر (کم سن) بھائی حضرت عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔

جنگِ اُحد میں جب سوئے اتفاق سے لڑائی کا پانسہ بدل گیا اور مسلمانوں میں اِنتشار پھیل گیا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو شروع سے آخر تک رحمتِ عالم ﷺ کی ڈھال بنے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سوائے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کے لئے نہیں سُنا کہ آپ ﷺ نے اس پر اپنے والدین کو فدا ہونے کو کہا میں نے یوم الاُحد میں یہ فرماتے سنا:

''يَا سَعْدُ ارْمِ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي''[7]

یعنی اے سعد تیر اندازی کرو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔

حضرت عائشہ بنتِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا،

'' أَلَا أَنْبِيءُ رَسُولَ اللَّهِ أَنِّي حَمَيْتُ صَحَابَتِي بِصُدُورِ نَبْلِي أَذُودُ بِهَا عَدُوَّهُمْ ذِيَادًا بِكُلِّ حُزُونَةٍ، وَبِكُلِّ سَهْلٍ فَمَا يَعْتَدُّ رَامٍ مِنْ مَعَدٍّ بِسَهْمٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ قَبْلِي''[8]

یعنی اے وہ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہے، میں نے اپنے تیروں کی نوک سے اپنے ہمراہیوں کی حفاظت کی، میں اُن تیروں کے ذریعے اُن کے دشمن کو دفع کرتا تھا، ہر سخت زمین سے اور ہر نرم زمین سے، مجھ سے پہلے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کا تیر انداز شُمار نہیں ہوتا تھا۔

---

[7] (صحیح البخاری، کتاب المغازی، الباب اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا والله وليهما، 1490/4، الحدیث3833، دار ابن كثير – دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414ھ 1993م)

[8] (المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، كان علي وطلحة والزبير وسعد لدات عام واحد، 633/4، الحديث: 6167، دار المعرفة، سنة النشر: 1418ھ/1998م)

غزواتِ بدر واُحُد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس جانبازی اور جذبہ ٔفِدویت (جانثاری) کا مظاہرہ کیا بعد کے تمام غزوات میں بھی وہ اُسی جذبہ کے ساتھ شریک رہے۔ مؤرخین نے بدر، اُحد، اَحزاب، خیبر، فتحِ مکّہ، حُنین، طائف اور تُبوک کے غزوات میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بیعتِ رضوان میں بھی اُن کی شرکت مسلّم ہے۔

عہدِ صدّیقی وفاروقی: ۱۱ھ میں حضور ﷺ نے رِحلت فرمائی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرّر ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بِلَا تَاَمُّلْ (بغیر غور وفکر کے) بیعت کرلی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بنو ہَوازِن (قبیلہ) کا عامل مقرر کردیا ۱۳ھ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو اُنہوں نے بھی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس منصب پر برقرار رکھا لیکن قدرت اُنہیں کسی عظیم تر مقصد کے لئے منتخب کرچکی تھی۔

جنگِ قادسیہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایران جانے والی فوجوں کی قیادت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار (۴،۰۰۰) سرفروشوں کے ساتھ مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں باری باری کئی دستے ان کے ساتھ مل گئے اور فوج کی تعداد تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف سے ثَعلبہ (مقام) پہنچے وہاں سے شَرَّاف (مقام) اور شَرَّاف سے کوچ کرکے عَذیب (مقام) پہنچے جو ایرانیوں کی سرحدی چوکی تھی۔ 'عذیب' میں چند دن قیام کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''قادسیہ'' کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ شاہِ ایران 'یزد گر' (ایران کے بادشاہ کا نام) نے اپنے سپہ سالار 'رُستم' کی زیرِ قیادت ایک لشکرِ جرّار 'قادسیہ' روانہ کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین چار (۳،۴) سفارتیں روانہ کیں لیکن صُلح کی بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ رُستم بڑے جاہ وجلال کے ساتھ دریائے فُرات سے پار اُترا اور مسلمانوں کے سامنے صف آرائی کی۔ اس وقت دو لاکھ (۲،۰۰،۰۰۰) جنگجو اُس کے جھنڈے تلے جمع تھے۔ دوسری طرف اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) کے لگ بھگ تھی۔ ایرانیوں نے سب سے پہلے جنگی ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف دھکیلا۔ بنی تمیم نے تکبیر کا نعرہ لگا کر اس جوش سے حملہ کیا کہ ہاتھیوں کے منہ پھیر دیئے اور اُن کے سواروں کو اپنے نیزوں اور تیروں سے نیچے گرادیا۔ اب دونوں فوجوں میں دست بدست گُھمسان (کشمکش) کی لڑائی ہوئی۔ قادسیہ کی جنگ کا یہ دوسرا دن "یَوْمُ الْاَرْمَاث" کا دن کہلاتا ہے اس دن پانچ چھ سو (۵۰۰،۶۰۰) کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور ہزارہا ایرانی ہلاک ہوئے۔

دوسرے دن دونوں فوجیں پھر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوگئیں، طبلِ جنگ (وہ نقارہ جو لڑائی کے لئے بجایا جاتا ہے) پر چوٹ پڑی ہی تھی کہ حضرت قَعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'شام' سے ایک ہزار (۱۰۰۰) جانبازوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ اس کُمک (فوج) کے پہنچ جانے سے مسلمانوں کو بڑی تَقویت حاصل ہوئی۔ مقابلہ شروع ہوا تو پہلے دن کی طرح ہاتھیوں نے پھر مسلمانوں پر قیامت ڈھادی۔ حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصیبت سے تَدَارُکْ (بندوبست) کے لئے اُونٹوں پر بڑی بڑی جھولیں ڈال کر اُنہیں بھی ہاتھیوں کی طرح مُہیب (ڈراؤنا) بنادیا۔ ایرانیوں کے گھوڑے انہیں دیکھ کر بِدکتے اور مسلمان ان کے سواروں کو اپنے نیزوں پر رکھ لیتے عَین اُس وقت حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عُتبہ پانچ ہزار (۵۰۰۰) جوانوں کی اِمدادی فوج کے ساتھ شام سے قادسیہ پہنچ گئے۔ اس تائیدِ غیبی نے مسلمانوں کے حوصلے دوچند کردیئے۔ جنگ قادسیہ کا دوسرا دن "یَوْمُ الاَغْوَاثْ" کہلاتا ہے۔ اِس دن دس ہزار (۱۰۰۰۰) ایرانی قتل ہوئے اور دوہزار (۲۰۰۰) مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

تیسرے دن پھر دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ (لڑ) گئیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پختہ ارادہ کیا کہ آج لڑائی کا فیصلہ ہو کر رہے گا۔ پورا دن لڑائی ہوتی رہی اب شام ہو چکی تھی لیکن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑائی کا فیصلہ کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنی فوج کو از سرِ نو مرتّب کیا اور پھر سے ایرانیوں پر فیصلہ کن حملے کا حکم دیا۔ جوشِ شہادت سے سر شار مجاہدین نے ایرانیوں پر ایسا جان توڑ حملہ کیا کہ اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔

حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معد یکرب، حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اشعث اور اُن کے جانباز ساتھی رُستم کے تخت تک پہنچ گئے۔ رُستم شدید زخمی ہو کر بھاگا اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔ حضرت ہلال بن علقمہ نامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مجاہد نے اُس کی ٹانگ پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا اور اُس کا سر کاٹ لیا پھر رُستم کے تخت پر چڑھ گئے اور زور سے پکارا ''میں نے رُستم کو قتل کر دیا'' اس آواز کے سنتے ہی ایرانیوں کے ہوش و حواس اُڑ گئے اور وہ گاجر مولی کی طرح ذبح ہو گئے۔ جس رات یہ خونی معرکہ سَر ہوا اسے ''ليلة الهرير'' کہتے ہیں۔ اس سے پہلا یعنی جنگ کا تیسرا دن ''يوم العماس'' کے نام سے مشہور ہے۔ اِس لڑائی میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) ایرانی ہلاک ہوئے۔

قادسیہ کی عظیمُ الشان فتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بابل تک ایرانیوں کا تعاقب کیا اور آس پاس کے سارے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پھر مدائن کی طرف بڑھے اور اس کے مغربی حصے (بہرہ شہر) کا محاصرہ کر لیا۔ سارے ایرانی خاص مدائن میں (جو دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد تھا) سمٹ کر جمع ہو گئے۔ اُنہوں نے دریا کا پُل توڑ دیا اُس وقت دریا میں خوفناک طُغیانی (لہریں) آئی ہوئی تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ عزوجل کا نام لے کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ دوسرے مجاہدین نے بھی ان کی پیروی کی ایرانی یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ ''دیواں آمند، دیواں آمند'' (دیو آگئے، دیو آگئے) کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ "یزد گر" (ایران کے بادشاہ کا نام) اپنا حرم اور خزانے کا ایک حصہ پہلے ہی حلوان (شہر) بھیج چکا تھا لہذا مدائن سے بھاگ نکلا۔

مدائن کی فتح کے بعد مسلمانوں نے آگے بڑھ کر جلولا، حلوان، تکریت، موصل، ہیت اور ماسبذ وغیرہ بھی فتح کر لئے اور عراق و عرب کی آخری حد تک ان کا استیلا (غلبہ) ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھنے سے روک دیا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مفتوحہ علاقے کا والی بنا کر اس کے نَظم و نَسَق کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا۔

اخلاق و عادات: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چمنِ اخلاق گُلہائے رنگا رنگ سے آراستہ تھا۔ سبقت فی الاسلام (اسلام میں سبقت کرنا)، حُبِّ رسول ﷺ، تحمّلِ شدائد، غیرتِ دینی، اتباعِ سنت، زہد و تقویٰ، شجاعت، تواضع و ایثار، سخاوت، انکسار اور حق گوئی و بے باکی ان کے مخصوص اوصاف تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت کی بدولت ان کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں خصوصی تَقَرُّب حاصل ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی کہ ''اے اللہ عزوجل! سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تجھ سے دعا کرے تو اس کو قبول کر۔'' [9]

[9] (سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب: مناقب سعد بن أبي وقاص، 649/5، الحديث 3751، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975م)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض لوگ شوقِ جہاد اور شجاعت کی بناء پر فارسُ الاسلام (شہسوارِ اسلام) کہہ کر پکارتے تھے۔ اربابِ سیَرؒ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے اَوصاف و محاسن کے علاوہ ان کے ذوقِ عبادت، خوفِ خدا اور علم و فضل کا ذکر بھی خُصوصیت سے کیا ہے۔ اُن پر ہر وقت خشیّتِ الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ نہایت کثرت سے روزے رکھتے تھے اور رات کا بیشتر حصہ یادِ الٰہی میں گزارتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عشقِ رسول ﷺ، صبر واِستقلال اور شجاعت جیسے اَوصاف کے علاوہ تدبیر و سیاست، اِنتظامِ سلطنت اور قیادتِ جہاد جیسی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا۔ اسلام کو جہاں اور جس طرح کی ضرورت ہوئی انہوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کا نذرانہ فوراً پیش کر دیا۔

وفات وتدفین: حضرت مالک بن اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 'عقیق' میں انتقال ہوا وہ مدینہ شریف لائے گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت مروان بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے سامنے نمازِ جنازہ پڑھائی ۵۵ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع میں مدفون ہوئے۔[10]

فضائلِ کوفہ: شبلی نعمانی "سیرۃ النعمان" کے صفحہ نمبر ۲۸ پر لکھتا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر دور میں، ہر مقام ایک حالت میں رہے۔ ایک زمانہ تھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کو 'کنز الایمان' (ایمان کا خزانہ)، 'راس الاسلام' اور 'راس العرب' کہا کرتے تھے۔[11]

۲۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومتِ کوفہ سے معزول (برطرف) ہوئے۔ کیونکہ اہلِ کوفہ کی انتقادی (تنقیدی) باتوں سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معزول (برطرف) کر دیئے گئے چونکہ تنقیدیں غلط تھیں اسی لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کوئی کمی نہ آئی لیکن غلط ناقدین کا انجام برباد ہوا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی تصنیف "کراماتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین"۔

عہدِ عثمانی: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکومت کے تیسرے روز مُغیرہ کو معزول کر کے پھر اپنے دُور کے رشتہ دار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو گورنرِ کوفہ مقرر کر دیا لیکن اُنھیں جلد ہی معزول (برطرف) کر کے اپنے مادری بھائی حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ۲۵ھ میں حاکمِ کوفہ مقرر کر دیا۔

عہدِ علوی: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شہر کو اسلامی دار الخلافہ قرار دیکر مدینہ طیبہ سے ہجرت کر کے مستقل سکونت کوفہ میں رکھی۔ آج تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائش گاہ جامع مسجد کوفہ کے شمالی جانب موجود ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے کنواں کی بھی فقیر نے مع رُفقاء کئی بار زیارت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اِسی جامع مسجد میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور اسی کے نواح (طرف) پر نجفِ اشرف میں مدفون ہوئے۔ (واللہ اعلم)

عقائدِ اہلِ کوفہ: "نقض الروافض" میں لکھا ہے کہ

---

[10] (تاريخ الطبري، 610/2، دار المعارف بمصر، الطبعة: الثانية 1387هـ 1967م)

[11] (هو المستعان سيرة النعمان (مكمك) از شبلي نعماني، ص34، مطبع مفيد عام آگره مين چهپا)

وأما الكوفيون فالطبقة الأولى منهم أصحاب ابن مسعود يقدمون قول عمر على قول علي، وأولئك أفضل الكوفيين حتى قضاته شريح وعبيدة السلماني وأمثالهما كانوا يرجحون قول عمر وعلي على قوله وحده [12]

یعنی کوفیوں کا پہلا طبقہ اصحابِ ابن مسعود کا ہے اور یہ اور کوفہ کے قاضی شُرَیح وآبوعبیدہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو ترجیح دیتے تھے۔

یہی اہلسنّت کا مذہب ہے کہ تفضیل بہ ترتیبِ خلافت (خلفاءراشدین کا ایک دوسرے پر فضیلت خلافت کی ترتیب پر مبنی) ہے۔ چنانچہ اہلسنّت کی مستند کتب میں ہے کہ

وتفضيل أبي بكر وعمر رضي الله عنهما متفق عليه بين أهل السنة، وهذا الترتيب بين عثمان وعلي رضي الله عنهما هو ما عليه أكثر أهل السنة، خلافًا لما روي عن بعض أهل الكوفة والبصرة من عكس القضية. [13]

یعنی حضرت ابو بکر و عمر کی تفضیل (فضیلت) پر اہلسنّت کا اتفاق ہے اور یہی ترتیبِ فضیلت حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ لیکن بعض اہلِ کوفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتے تھے یہ قول غیرِ مُعتبر ہے۔ 'فقہ اکبر'، صفحہ ۲۶ میں ہے کہ " وكذا قيل فيه رائحة من الرفض لكنه "[14] آجاتا تھا کہ اس عقیدہ میں رَفض (رافضیت) کی بُو آتی ہے کیونکہ اہلِ حق کے نزدیک فضیلت کی ترتیب بھی وہی ہے جو خلافت کی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت کے کوفی اسی ترتیبِ خلافت کے مُعتقد تھے جو اہلِ سنت میں مسلم ہے۔ مگر بعض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اَفضل جاننے لگے تھے۔ غرض یہ کہ جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دیتے تھے وہ "شیعہ عثمان" کہلاتے تھے اور جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل مانتے تھے ان کو "شیعہ علی" کہا جاتا تھا وہ عثمانی اور عَلوی بھی کہلاتے تھے۔ میں 'روضة الصفا'، جلد ۲، صفحہ ۲۶۵ ہے: "بصریاں ہوائے طلحه و محبت زبیر دردل داشتند" (روضۃالصفا، جلد ۲، صفحہ ۲۶۵)

یعنی "اہلِ بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری کی ہَوا رکھتے تھے اور دل میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رکھتے تھے"۔

---

12) (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، 57/6، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، الأولى، 1406 هـ 1986 م)

13) (شرح كتاب الفقه الأكبر للإمام أبي حنيفة النعمان، ثم عمر بن الخطاب، ثم عثمان بن عفان ذو النورين، ثم علي بن أبي طالب المرتضي رضوان الله تعالي عليهم أجمعين، ص113، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة، 2013 م)

14) (شرح كتاب الفقه الأكبر للإمام أبي حنيفة النعمان، ثم عمر بن الخطاب، ثم عثمان بن عفان ذو النورين، ثم علي بن أبي طالب المرتضي رضوان الله تعالي عليهم أجمعين، ص114، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة، 2013 م)

واضح رہے کہ شیعہ تو کبھی بھی حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اچھا نہیں جانتے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدّمقابل لڑے۔کوفی تو حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہواخواہ(خیر خواہ) تھے۔ بہر حال صحابہ کرام میں بِالا تفاق فضیلتِ علی رضی اللہ عنہ ترتیب الخلافة (خلافت کی ترتیب پر) ہے۔

سوال:''شرح فقہ اکبر''، صفحہ ۱۲ پرایک روایت ہے کہ ابو حنیفہ کوفی کا بھی یہی اِعتقاد تھا کہ ''وہ خلافتِ راشدہ کو تو مانتے تھے مگر تفضیلِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے قائل تھے ؟

جواب: قاضی نور اللہ شستری نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیعہ لکھا ہے کیونکہ یہ پہلے سُنی بھی اپنے آپ کو شیعہ ہی کہتے تھے۔اسی تفضیلِ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے ایسے تمام کوفی رافضی پکارے جاتے تھے یہ بات اب واضح ہو چکی ہے۔ثابت ہوا کہ شیعہ کا رافضی لقب بہت پُرانا ہے۔واضح ہوا کہ ابو حنیفہ نامی شخص ایک شیعہ اہلِ علم اور صاحبِ تصانیف تھا۔

نام سے التباس(یکسانیت کے سبب شبہ) پڑ جاتا ہے۔اہلسنّت کو اس میں ہوشیاری ضروری ہے۔

کوفہ دارالخلافہ: سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باگِ خلافت(خلافت کا نظام) سنبھالی تو ایک عرصہ کے بعد دارالخلافہ کوفہ کو منتخب فرمایا۔اس سے واضح فرمادیا کہ گذشتہ خُلفاء سے ان کا کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ پیار ہی تھا ورنہ یہ سمجھ کر یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بنایا ہوا شہر ہے،اسے دارالخلافہ کیوں بناؤں۔بہر حال جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مَسند آرائے خلافت (خلافت کے مسند پر تشریف فرما)ہوئے تو کوفہ چونکہ عراق وایران وشام کی سرحد پر واقع تھا،اسی لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دارالخلافہ بنایا اور 'جمل'(اہلِ بصرہ و عراق) 'صفین'(اہلِ شام) اور 'نہروان' کی جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہیں سے جاتے رہے۔اسی زمانہ میں صاحبانِ بصیرت نے اور زیادہ پہچانا اور پھر اس جماعت کو تقویت ہوئی اور ان میں سے اکثر 'جنگِ صفین' میں شہید ہوئے اور اپنے وفادار ساتھیوں پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِظہارِ تاسف(افسوس کا اظہار) کیا کرتے تھے۔

چنانچہ نہج البلاغہ، جلد ا، صفحہ ۳۸۱ میں ہے کہ

''ہمارے بھائی جن کا خون صفین میں بہایا گیا۔ کہاں ہیں وہ بھائی جو صراطِ مستقیم پر چلے اور حق پر جان دے گئے''۔[15](نہج البلاغہ، جلد ا، صفحہ ۱۸۳)

کوفی لایوفی گروہ کا آغاز: سیدنا ومولانا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اس گروہ کا آغاز ہو گیا تھا۔اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس دور کے خطبوں میں ان کی مذمت فرمائی۔ نہج البلاغہ، صفحہ ۱۲۲ پر ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفیوں کی مذمّت میں فرمایا کہ میں تمہارے ملک کو پسند کر کے یہاں نہیں آیا، صرف ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں۔مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم کہتے ہو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹ بولتا ہے۔اسی نہج البلاغہ، صفحہ ۱۲ پر ہے کہ

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے کوفیوں سے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تمہاری اِصلاح کس سے ہو سکتی ہے لیکن میں تمہاری اِصلاح نہیں کر سکتا۔''

---

15) (نهج البلاغة الأضل: ومن خطبة له عليه السلام روي عن نوف البكالي، 109/2، دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

لا تعرفون الحق كمعرفتكم الباطل، ولا تبطلون الباطل كإبطالكم الحق.[16] (قول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یعنی "تم حق کو نہیں جانتے پہچانتے جیسے باطل کو پہچانتے ہو اور نہ باطل کو جھٹلاتے ہو جیسے حق کا ابطال (انکار) کرتے ہو"۔

اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ اکثر اہلِ کوفہ باطل پرست ہو گئے تھے۔ منکرِ حق (حق کا انکار کرنے والے) اور عارف (جاننے والے) باطل ہو گئے تھے۔ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ زمانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مسلمان دو (۲) گروہوں میں مُنقسم تھے۔ ایک گروہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو مانتا تھا دوسرا گروہ نہیں مانتا تھا۔ مؤخر الذکر گروہ (آخر میں ذکر کیا گیا گروہ) خوارج نہرواں کے بھیس میں مقابل ہوا۔ باالفاظِ دیگر ایک گروہ موافق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرا گروہ خوارج۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رعایا بوجہ رعایا ہونے کے شیعہ علی کہلاتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دور میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اکثر رعایا جو "شیعہ علی" کہلاتی تھی وہ مذہباً شیعہ نہ تھی بلکہ ایسی جماعت تھی جو جناب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل جانتی تھی۔ اسی لئے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے 'تحفہ اثناء عشریہ' میں لکھا ہے کہ **شیعہ اولیٰ ما ہستم** یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے شیعہ تو ہم ہی اہلسنّت ہیں۔

عہدِ حضرت امام حسن رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ میں کوفہ و کوفی: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔

اگرچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والے بہت تھے۔ اس کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد فرمادی اور یہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا معجزہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقانیت کی دلیل ہے۔ اس سے شیعہ صاحبان یا تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برأت (بیزاری) کا اظہار کریں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقّانیت تسلیم کریں۔

عہدِ امیرِ معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ میں کوفہ و کوفی: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو کوفہ پر زِیَادْ گورنر ہوا۔ اسی زِیَادْ کے دور میں کوفہ کی بدنامی ہوئی اسی کے دور میں سانحہ کربلا پیش آیا۔ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

عہدِ یزید بن معاویہ میں کوفہ و کوفی: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ٦٠ھ میں یزید تخت پر بیٹھا۔ 'بنی اُمیہ' کے عُمّال (حاکم) سے بھی کوفی تنگ آئے ہوئے تھے اب تو تختِ شاہی پر شراب و کباب و نصوانی شباب کا شیدا (چاہنے والا) یزید براجمان (قابض) ہو گیا تھا۔ ان کے اپنے ماننے والے (شیعہ بنی اُمیہ) بھی بدول (تبدیل) ہو گئے تھے۔ کوفہ کے اس سوادِ اعظم نے مٹھی بھر شیعوں کو ساتھ ملا کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطوط لکھے اور حضرت مُسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہکے سفیرِ خاص تھے) کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن جب ابنِ زیاد حاکمِ کوفہ نے سختی کی تو مٹھی بھر

---

[16] (نہج البلاغۃ الأصل: ومن كلام له عليه السلام في ذم أصحابه: كَمْ أُدَارِيكُمْ كَمَا تُدَارَى الْبِكَارُ الْعَمِدَةُ، وَالثِّيَابُ الخ. 118/1، دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)
(الشيعة وأهل البيت، 299/1، إدارة ترجمان السنة، لاهور پاكستان)

شیعہ مثل ہانی (کی) وغیرہ کے شہید کر دیئے گئے۔ کچھ قید اور کچھ جلا وطن (ملک سے باہر) کر دیئے گئے اور باقی مسلمانوں کی اکثریت نے ابنِ زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لی۔

اب اس دعوتی خط کو لیجئے جو اہلِ کوفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے پہلے لکھا تھا۔

این نامه ای است بسوی حسین ابن علی علیه السلام از جانب سلیمان بن صرد خزاعی ومسیب بن نجبه ورفاعة بن شداد بجلی وحبیب بن مظاہر و سایر شیعیان او از مؤمنان و مسلمانان اهل کوفه[17] (جلاءالعیون، صفحہ ۱۱۴)

یعنی "یہ خط ہے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ، رفاعۃ بن شداد بَجَلی اور حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے دیگر مومن شیعوں کی طرف سے اور مسلمانوں کی جانب سے۔"

امام عالی مقام نے جواباً یوں خطاب کیا "**این نامه ایست از حسین بن علی بسوی برادران مؤمن ومسلمان۔**"[18] (جلاءالعیون، صفحہ ۱۹۰)

یعنی "یہ خط حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ہے (کوفہ کے) مومنین اور مسلمان بھائیوں کی طرف۔"

عنوان نامجات (خطوط) بتلا رہے ہیں کہ کوفہ کے مٹھی بھر شیعوں کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کی اکثریت نے بھی امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھے تھے۔ یہی حسبِ معمول اپنے آپ کو محبانِ اہلبیت ظاہر کرتے تھے۔ اسی سوادِ اعظم نے بے وفائی کی ورنہ حبیب وہانی رحمۃ اللہ علیہ وامثالہم نے امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نُصرت سے دَریغ (غور وفکر) نہیں کیا۔ باقی کوفی حُبّ اہلبیت میں شہید ہوئے۔ حبیب ابنِ مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے کوفی حبیبِ شہیدِ کربلا ہوئے۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ کوفہ کے مومنینِ کاملین نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جانیں نثار کر دیں حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عہد نبھایا اور ان کے ساتھ قربان ہو گئے۔

امام نَووی 'شارح صحیح مسلم' میں لکھتے ہیں کہ

"وَلِأَنَّهُمْ كَانُوا مَعْدُودِينَ فِي أَصْحَابه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَيُجَاهِدُونَ مَعَهُ إِمَّا حَمِيَّة ، وَإِمَّا لِطَلَبِ دُنْيَا"[19]

یعنی منافقین کو تو اصحابِ حضور میں شمار کیا جاتا تھا وہ بھی آپ کے ساتھ ہو کر حمیت (شرم کے باعث) یا طلبِ دنیا کے لئے جہاد بھی کرتے تھے۔

اس کے بعد جب ان کی منافقت عیاں ہو گئی تو پھر اُنہیں صحابہ میں شامل نہیں کیا جاتا۔

---

17) (جلاءالعیون: تاریخ چھاردہ معصوم از مجلسی، باب پنجم، فصل دوازدھم، توجہ امام حسین بسوی مکہ، ص 604، سرور انتشارات، مرکزِ تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی)

18) (جلاءالعیون: تاریخ چھاردہ معصوم از مجلسی، باب پنجم، فصل چہاردھم، توجہ امام حسین بسوی عراق، ص 631، سرور انتشارات، مرکزِ تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی)

19) (شرح النووي على مسلم ، كتاب البر والصلة والآداب ، باب نصر الأخ ظالما أو مظلوما، 107/16، الحديث: 2584، دار الخير، سنة النشر: 1416ھ/1996م)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو زبانی دعویٰ کرے کہ وہ مددگار ہے مگر وقت پڑنے پر ساتھ نہ دے وہ مُنافق ہوتا ہے۔اسی لئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مدّمُقابل لڑنے والوں کو بار بار منافق کہا۔

ومن بامر خدا با این منافقان مقاتله مے کنم(جلاءالعیون،صفحہ۲۰۸)

یعنی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ،''میں حکمِ خداعزوجل سے ان منافقوں کے ساتھ جہاد کرونگا''۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:'' شما کوفیان را اعتماد نشاید و از منافقان بي دین وفا نمی آید'' [20]

یعنی ''تم کوفیوں کا قول اعتبار کے لائق نہیں اور بے دین منافقوں سے وفا نہیں''۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ کوفی منافق تھے یعنی ایسے لوگ ''کوفی لایوفی'' تھے جو وعدے سے پھر جائے وہی تو منافق ہوتا ہے۔عہد سے جو بے وفائی کرے وہی تو منافق ہوتا ہے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں مختار ثقفی کے مکان میں فروکش(مقیم)ہوئے تو حقیقی وفادارانِ کوفہ آپ کے پاس مُجْتَمِعْ ہوئے جن میں مجالس شاکری رحمۃاللہ علیہ، حبیب ابنِ مظاہر اسدی رحمۃاللہ علیہ،سعید بن عبداللہ حنفی رحمۃاللہ علیہ کے نام ملتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی وفاداری اور جانثاری کے وعدوں کو خوب نبھایا۔

حکیم سَنائی نے یزیدی کوفیوں کے بارے میں یہ اشعار کہے:

بر یزید پلید بیعت کرد	تا که از خاندان برآرد گرد
شرم و آزرم جملگی بگذاشت	جمعی از دشمناں بر او بگماشت
تامر او را به نامه و به حیل	از مدینه کشند در منهل
کربلا چوں مقام و منزل ساخت	ناگه آل زیاد بروئے تاخت [21]

خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کی ایک جماعت کو اس پر آمادہ کیا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطوں اور حیلوں سے مدینہ پاک سے نکالیں چنانچہ جب آپ نے کربلا میں منزل(قیام)فرمائی۔ابنِ زیاد نے آپ پر حملہ کر دیا پھر ہوا جو کچھ ہونا تھا۔داستانِ کربلا ''کوفی لایوفی''کی گویا عملی تفسیر ہے۔اس سے ثابت ہوگا کہ ''کوفی لایوفی'' کون لوگ تھے۔

20) (جلاءالعیون:تاریخ چھاردہ معصوم از مجلسی،باب پنجم،فصل سیزدھم،فرستادن مسلم بن عقیل رابہ کوفہ وشھادت او،ص619،سرورانتشارات،مرکزِ تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی)

21) (سنأیی» حدیقة الحقیقه و شریعة الطریقه» الباب الثّالث: اندر نعت پیامبر ما محمّد مصطفی علیه السّلام و فضیلت وی بر جمیع پیغمبران« بخش ۳۳ صفت قتل حسین بن علی علیه السّلام به اشارۂ یزید علیه اللعنة)

واقعہ کربلا میں کوفی وفادار: کوفہ کے کئی مومنین نے امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی میں اسلام بچانے کے لئے کربلا میں جانیں قربان کیں ان کے اسماء گرامی تواریخ میں ملتے ہیں۔

مسلم بن عوسجہ، بریر ہمدانی، زہیر بن قین، حبیب ابنِ مظاہر، نافع بن ہلال بَجلی، عبداللہ بن عمر الکلبی، عمرو بن خالد الاسدی، جنادہ بن حارث سلمانی، جنب خولانی، حیلہ شیبانی، شبیب بن عبداللہ، جابر تیمی، حباب تیمی، مسعود تیمی، نعمان ازدمی، سعید بن عبداللہ حنفی، حنظلہ شامی، حجاج جعفی، عمر حضرمی و اَمْثَالُہُمْ(اور انہیں کے مثل) رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نام نامی شہدائے کربلا میں ملتے ہیں یہ سب کوفہ کے باشندے تھے۔

اھلبیت کے طرفدار: تاریخ طبری، جلد ۶، صفحہ ۲۳۷ میں ہے کہ جب حضرت حبیب رحمۃاللہ علیہ ابنِ مظاہر اسدی نے فوجِ یزید کو نصیحت فرمائی کہ اولادِ رسول ﷺ کا اور اُس کے ایسے ساتھیوں کا جو راتوں کو عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ایسوں کا خون بہانے کے بعد خدا کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔ تو اہلِ کوفہ کی سوار فوج کے اَفسر عزرہ بن قیس نے جواباً کہا: "فقال له عزرة بن قيس إنك لتزكى نفسك ما استطعت" [22]

یعنی اے حبیب! جہاں تک تجھ سے ہو سکتا ہے تو اپنے نفس کی پاکیزگی کو بیان کرتا رہتا ہے۔

فقال له زهير يا عزرة إن الله قد ركاها وهداها فاتق الله يا عزرة فإني لك من الناصحين أنشدك الله

يا عزرة أن تكون ممن يعين الضلال على قتل النفوس الزكية۔ [23]

یعنی اس بے موقع مداخلت پر زُہیر بن قیس نے جو شیلا جواب دیا اے عزرہ! اس میں شک کہاں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حبیب ﷺ کے نفس کو زکی (نیک) کیا اور ان کو ہدایت فرمائی۔ اے عزرہ! اللہ عزوجل سے ڈرو۔ میں تجھے نصیحت کرنے والوں میں سے ایک ہوں۔ سن میں تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو ان لوگوں سے نہ ہونا جو نفوسِ زکیہ (نیک لوگوں کے) کے قتل پر گمراہوں کو مدد دیتے ہیں۔

قال: يا زهير، ما كنت عندنا من شيعة أهل هذا البيت، إنما كنت عثمانيا [24]

یعنی عزرہ نے کہا، اے زہیر! تو تو ہمارے نزدیک اہلبیتِ نبوی کے شیعوں میں سے نہ تھا۔ تو تو عثمانی تھا۔ (آج کیا ہوا؟)

قال: أفلست تستدل بموقفي هذا أني منهم الخ [25]

یعنی حضرت زہیر رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا، کیا تو میرے اس جگہ کھڑے ہونے سے اِستدلال (دلیل پکڑنا) نہیں کر سکتا کہ میں اہلبیتِ نبوی کا طرفدار ہوں ان کے اَنصار سے ہوں۔

---

[22] (تاريخ الطبري، 416/5، دار المعارف بمصر، الطبعة: الثانية 1387هـ 1967م)

[23] (تاريخ الطبري، 417/5، دار المعارف بمصر، الطبعة: الثانية 1387هـ 1967م

[24] (تاريخ الطبري، 417/5، دار المعارف بمصر، الطبعة: الثانية 1387هـ 1967م

[25] (تاريخ الطبري، 417/5، دار المعارف بمصر، الطبعة: الثانية 1387هـ 1967م

حضرت حُر رضی اللّٰہ عنہ: آپ ایسے کوفی بھی تھے جو ابتداً یزیدی فوج میں تھے بلکہ سپاہِ ابن زیاد کے افسر بھی تھے۔ان میں 'حُر الرّیاحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی سب سے زیادہ تابدار (روشن) ہے۔یہ اپنے دَستہ کے ساتھ کربلا کی راہ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سدِراہ (راستہ روکنے والے) ہو گئے۔امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیاسے دستے کو پانی سے سیر اب کیا جب یزیدی فوج نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پانی بند کر دیا تو حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں انقلابِ حُرّیّتُ پیدا ہوا اور یہ سب یزیدی بندھنوں (ڈور) کو توڑ تاڑ کر یوم عاشورہ کو صبح سویرے ابنِ زیاد کی سپاہ سے علیحدہ ہو کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں شامل ہو گئے۔خوب جہاد کے بعد جب زخمی شیر دل حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خون میں لَت پَت تھے تو اس وقت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا:

بخٍ بخٍ یا حر أنت حر	کما سمیت فی الدنیا و الآخر

یعنی "مبارک ہو مبارک !اے حُر تو تو واقعی حُر (آزاد) ہے جیسا کہ تیرا نام ہے دنیا اور آخرت میں"۔

حضرت حُر الرّیاحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ بھی بعض ایسے سپاہی جو سپاہِ شام (شام کے لشکر) میں شامل تھے وہ اس سے ٹوٹ ٹوٹ کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق کی جانب جان کر سپاہِ امام (امام عالی مقام کے لشکر) میں شامل ہوتے رہے اور جنہوں نے بالآخر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حارث بن امرا القیس بن عابس کندی، جوین بن مالک تیمی، زہیر بن سلیم ازدی، قاسم بن حبیب ازدی اَمْثَالُہُمْ (انہیں کے مثل اور)۔تقریباً یہ سب کے سب کوفی تھے اور سپاہِ ابنِ زیاد میں تھے جن کا کمانڈر ان چیف (Commander in Chief) عمر سعد تھا مگر میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر جان اور مان کر انصارِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہو گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور کیا سُہانا دور تھا کہ آپ کے دَرس میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) کم و بیش آئمہ اسلام نے فیض پایا اس کی تفصیل طویل ہے۔آپ کے شاگردوں میں شاگردِ عظیم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔جنہوں نے اسلام میں خوب نام پایا آپ کے دور میں بھی "کوفی لا یوفی" مشہور تھے۔

ان بزرگوں کی عزت و احترام ہی کوفہ کی شَرافت کے لئے کافی ہے۔تاریخ گردان نے (تاریخ کا مطالعہ کرنے) پر ثابت ہوتا ہے کہ کوفہ میں کیسے کیسے جواہر اور اسلام کے نامور بزرگ تھے۔اب لیجئے محاورہ "کوفی لا یوفی" اور سمجھئے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللّٰہ عنہ: غیر مقلدین وہابی و دیگر مخالفین امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ مشہور مقولہ "کوفی لا یوفی" (کوفہ والے وفادار نہیں ہوتے) کہہ کر امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن (بُرا بھلا کہا) کرتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق کوفہ سے تھا۔یہ خیال اکابر و آئمہ کا بھی تھا چنانچہ منقول ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے لوگوں سے دریافت کیا شہر کا جید عالم کون ہے؟ بتایا گیا حضرت ابو عبد اللہ مالک بن انس الاصبحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملنے گئے حسبِ روایت تَعارف کے دوران آپ نے بتایا کہ میں عراق سے آیا ہوں،حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر ناگواری کے عالم میں کہا وہ عراق جو شہرِ نِفاق ہے (منافقوں کا شہر ہے)؟ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشارہ نواسہ رسول

ﷺ کے ساتھ اہل کوفہ کے سلوک کی طرف تھا۔ یہ سُن کر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت تَحَمُّلْ کے ساتھ کہا میں عجمی ہوں اور آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ قرآن کی قرأت میں کوئی غلطی ہو تو اس کی اِصلاح کر والوں کیونکہ آپ اس مقدس شہر کے باسی (رہنے والے) ہیں جہاں قرآن نازل ہوا تھا۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں قرأت کرنے کی اجازت دی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جملہ پڑھا:

''وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ۔''

یعنی ''تمہارے آس پاس دیہات میں رہنے والوں میں سے بعض لوگ منافق ہیں اور عراق کے رہنے والوں میں سے بھی بعض لوگ منافق ہیں''۔

یہ سن کر امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ناراضگی کے عالم میں کہا خدا کے بندے قرآن کی آیت تو درست پڑھو۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا درست آیت کیا ہے؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا درست آیت یوں ہے:

''وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ'' (پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ، آیت ۱۰۱)

ترجمہ: اور تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے۔

یہ سُن کر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ''آپ نے خود ہی فیصلہ فرمادیا ہے کہ مُنافقوں کے شہر میں کون رہ رہا ہے؟'' بعد میں تفصیلی مُتَعَارَفُ ہوا۔[26]

اور شاید امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی طرح کے جوابات سُن کر امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تَبصرہ کیا تھا ''وہ ایک ایسے بزرگ ہیں کہ اگر لکڑی کے سُتون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو دلیل کی بنیاد پر کر سکتے ہیں''۔[27] (تاریخ بغداد، خطیب بغدادی)

تعارفِ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللّٰہ عنہ: امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نعمان بن ثابت، آپ کے دادا فارسی النّسل اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاشق اور آپ کے خاص مقربین بارگاہ میں سے تھے، آپ ہی نے محبت سے کوفہ میں قیام اختیار کیا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دارالخلافہ تھا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا اپنے فَرزند حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اُس وقت بچے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دُعا کے لئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمائی اور بہت برکت کی بشارت دی۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت وبشارت ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

26) (نزهة المجالس ومنتخب النفائس، باب فضل في سكنى الشام، 65/2، المطبعه الكاستلية–مصر، عام النشر: 1283هـ)

27) (تاريخ بغداد للخطيب البغدادي، النعمان بن ثابت، أبو حنيفة التيمي ما قيل في فقه أبي حنيفة، 13/ 338، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ 1997 م)

(مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة للملا علي القاري، ص456، طبعة مجلس دائرة المعارف النظامية حيدر آباد الدكن–الهند، الطبعة: الأولى، 1332هـ)

۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔ خیر زان قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ ستّر (۷۰) سال عمر شریف ہوئی۔ فقیر بارہا آپ کے مزار پر حاضر ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ پایا جن میں سے چار (۴) صحابہ سے ملاقات کی۔ حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بصرہ میں تھے، حضرت عبداللہ ابنِ ابی اَوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کوفہ میں تھے، حضرت سُہیل ابن سعد سَاعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مدینہ منورہ میں تھے، حضرت اَبو طُفیل عامر ابن وَاصلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ معظمہ میں تھے۔ اِس کے متعلق اور بھی روایات ہیں۔ مگر یہ قول رائج (مشہور) ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردِ رشید اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذِ خاص اور مخصوص صحبت یافتہ ہیں۔ دو (۲) سال تک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت (صحبت) نصیب ہوئی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منصور بادشاہ کوفہ سے بغداد لایا پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا، اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کر دیا اور قید میں ہی یہ آفتابِ علم و عمل غروب ہو گیا۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

تبصرۂ اُویسی: یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اہلِ کوفہ کی امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جاں نِثاری و وفاشِعاری کے بعد ''کوفی لا یوفی'' کا محاورہ ایک گستاخی محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ شیعہ لوگوں کو تو اس کے لئے ایسا خُوشنُما لقب تلاش کرنا تھا جو حُبِّ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ثبوت ہوتا کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مصلحتِ صحیح کے تحت) مدینہ طیبہ جیسے مقدس شہر کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ منتخب فرمایا بلکہ کوفہ کو مستقل قیام گاہ بنالیا جس میں نہ صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلکہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر اہلبیت کا محبوب مسْکَن تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دولتکدہ (گھر) اور کنواں اور کمرے تاحال جامع مسجد کوفہ کے شمالی جانب موجود ہیں یہاں تک کہ جامع مسجد کوفہ میں آپ کی شہادت اسی سکونتِ کوفہ کے دوران ہوئی۔

مزید مطالعہ کے لئے فقیر کی کتاب ''مناقبِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ''، ''شیعہ کا متعہ''، ''شیعہ، سنی میں فرق'' اور ''آئینہ شیعہ نُما'' کا مطالعہ کیجیے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور پاکستان